اجنبی دوست

یادگار جاسوسی ناول

ابنِ صفی

سورج غروب ہونے والا تھا۔ رافعہ اپنے چھوٹے سے خوبصورت بنگلے کے پائیں باغ میں کھڑی ان کیاریوں کو دیکھ رہی تھی جنہیں اس نے آج ہی صبح اور زیادہ نکھارنے کی کوشش کی تھی۔ اسے باغبانی سے عشق تھا۔ آس پاس کی عمارتوں میں اس کی ٹکر کا کوئی پائیں باغ نہیں تھا۔

خاندان میں بچے بھی ہوتے تو شاید اسے باغیچے کی دیکھ ریکھ میں کسی قدر دشواری پیش آتی...... وہ تنہا تھی۔ ماں کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس کے باپ نے دوسری شادی نہیں کی تھی۔ کچھ دنوں تک اس کی دیکھ بھال ننھیال والوں کے ذمے رہی تھی۔ پھر اچانک ۱۹۶۵ء کے اواخر میں اس کے باپ نے اپنا کاروبار بند کر دیا تھا۔ جس کی بنا پر اسے زیادہ تر باہر ہی رہنا پڑتا تھا۔ دراصل اسی مجبوری کی بنا پر رافعہ ننھیال میں رہتی تھی۔ ورنہ اس کا باپ تو ماں سے بھی زیادہ مہربان ثابت ہوا تھا۔ وہ ایک ماں ہی کی طرح اس کی پرورش و پرداخت کرتا۔ بہرحال ۱۹۶۵ء کے اوائل میں جب اس کی عمر سترہ سال تھی۔ وہ اسے ننھیال سے گھر لے آیا تھا۔

یہاں کام کاج کے لئے ایک بوڑھی ملازمہ اور ایک ملازم پہلے سے موجود تھے۔ جنہوں نے اسے کسی طرح کی بھی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ باپ نے اپنا کاروبار ترک کرنے کے بعد کچھ دنوں تک بیکاری کی زندگی بسر کی تھی۔ پھر اس کے ایک ٹھیکیدار دوست نے اسے اپنے

بزنس کا جنرل منیجر بنا دیا تھا جس کے پاس بڑی بڑی سرکاری تعمیرات کے ٹھیکے تھے۔ مختصر یہ کہ رافعہ خوشحال زندگی بسر کر رہی تھی۔ ذہنی سکون میسر تھا اور باپ کی شفقت اس کے کردار کی تعمیر بہتر طور پر کر رہی تھی۔ تھرڈ ایر کی ایک ذہین طالبہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ وہ امورِ خانہ داری میں بھی طاق تھی۔

شام ہوتے ہی وہ باپ کی دفتر سے واپسی کی منتظر رہتی اور انتظار کا وہ وقت زیادہ تر پائیں باغ میں گزرتا۔ پھر جیسے ہی اس کی موٹر سائیکل چھوٹے سے پھاٹک میں مڑنے لگتی وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح اس کی طرف دوڑ پڑتی اور وہ بھی ایسے ہی مشفقانہ انداز میں ہنس پڑتا جیسے خود بھی اسی لمحے کا منتظر رہا ہو۔

اس وقت بھی پائیں باغ میں موجودگی کی وجہ دراصل یہی تھی۔ بار بار اس کی نظر پھاٹک کی طرف اٹھ جاتی۔ خلافِ معمول آج اسے کچھ دیر ہو گئی تھی۔ ایسے مواقع پر طرح طرح کے وہم اسے پریشان کرنے لگتے تھے۔ موٹر سائیکل کی سواری اسے پسند نہیں تھی۔ بار بار کہہ چکی تھی کہ وہ کوئی چھوٹی موٹی گاڑی خرید لے...... الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

دفعتاً اس نے پھاٹک کے قریب موٹر سائیکل کی آواز سنی اور حسبِ معمول دوڑتی ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھی۔ لیکن وہ تو ایک آٹو رکشا تھی جس پر سے ایک دراز قد اجنبی اتر رہا تھا۔ رکشے والے کو کرایہ ادا کر کے وہ رافعہ کی طرف متوجہ ہوا۔

”رشید بھائی یہیں تو رہتے ہیں۔“ اس نے نرم لہجے میں کہا تھا۔

”جی...... جی ہاں...... لیکن وہ ابھی دفتر سے نہیں آئے......“

”تم رُفّی تو نہیں ہو......؟“

”جی ہاں...... جی ہاں......!“

”اوہ...... میری بچی...... تم اتنی سی تھیں۔ جب میں نے تمہیں دیکھا تھا......“ اس نے ہاتھ کے اشارے سے قد کا تعین کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں شاید یاد نہ ہو۔ میرا نام اشرف الزماں ہے۔“

”اندر تشریف لے چلئے...... ابو آتے ہی ہوں گے...... خلافِ معمول آج انہیں کچھ دیر ہو گئی ہے۔“

”ہاں...... ہاں...... میں انتظار کر لوں گا۔ رشید بھائی سے مل کر ہی جاؤں گا۔“ رافعہ اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔ پیادہ عمر لیکن وجیہہ آدمی تھا۔ رنگت سرخ و سفید تھی۔ آنکھوں میں توانائی کی جھلکیاں تھیں جو اس عمر میں ماند پڑ جاتی ہیں۔

”آپ تشریف رکھئے میں چائے کے لئے کہتی ہوں۔“

”چائے پی چکا ہوں۔ بیٹی...... تکلیف کی ضرورت نہیں۔ دراصل میں انٹر کانٹی نینٹل میں مقیم ہوں۔ ٹرانزٹ ویزا پر میں یہاں رک گیا ہوں۔ لندن سے ٹوکیو جا رہا تھا۔“

”اگر آپ ابو کے دوست ہیں تو آپ کو یہیں قیام کرنا چاہئے تھا۔“

”دراصل...... بہت نہیں پڑتی تھی۔ بھائی زندہ ہوتیں تو...... اس کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ اور رافعہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

اس نے بوڑھے ملازم کو بلا کر چائے کے لئے کہا۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو گئی تھیں۔ رافعہ نے اسے بتایا کہ اسے یورپ کے بعض مقامات دیکھنے کا بیحد شوق ہے...... اشرف ان مقامات کے بارے میں بتاتا رہا۔

تھوڑی ہی دیر میں رافعہ نے محسوس کیا کہ جیسے وہ اپنے باپ کے دوست اشرف الزماں کو بہت دنوں سے جانتی ہو۔

چائے کے دوران میں بھی ان کی زبانیں نہیں رکی تھیں۔ رافعہ بات بات پر بے تکلفی سے ہنس رہی تھی۔ پھر اس نے باپ کی موٹر سائیکل کی آواز سنی اور غیر ارادی طور پر اٹھ گئی۔

”کیوں۔ کیا ہے؟“ اشرف اس کے اس طرح اچانک اٹھ جانے پر متحیر نظر آنے لگا تھا۔

”ابو آ گئے ہیں۔ میں ابھی آئی۔ انہیں سرپرائز دوں گی۔“ کہہ کر وہ دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ موٹر سائیکل برآمدے کے قریب رک گئی تھی۔

”آج مجھے دیر ہو گئی۔ تم ضرور پریشان ہوئی ہو گی۔“ رشید نے انجن بند کرتے ہوئے کہا۔

”بالکل نہیں...... میں بالکل پریشان نہیں ہوں۔“

"لوہو...... خفا ہوگئی میری بیٹی...... بھئی کچھ لوگ دفتر میں دیر تک بیٹھے رہ گئے۔"

"میں بالکل خفا نہیں ہوں۔ ابو جان۔ اچھا بتایئے، ڈرائنگ روم میں کون بیٹھا ہوا ہے۔"

"لوہو...... سمجھا...... اسی لئے خفگی نہیں ہے۔ تمہاری ممانی آگئی ہوں گی۔ بھائی انہیں دیکھ کر تو میرا موڈ بھی بہت خوشگوار ہو جاتا ہے۔"

"جی نہیں اشرف چچا ہیں۔"

"اشرف چچا؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "کون اشرف چچا......"

"لوہو...... لندن میں رہتے ہیں......!"

"تمہارا کوئی رشتہ کا چچا بھی لندن میں کبھی نہیں رہا...... چلو دیکھیں......!" وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

"ہلو...... رشید بھائی......" اشرف نعرہ لگا کر اس کی طرف جھپٹا تھا۔

"تت...... تم" رشید ہکلایا لیکن اتنی دیر میں اشرف اس سے بغلگیر ہو چکا تھا رافعہ کچھ اور قریب آگئی۔ لیکن اسے متحیر رہ جانا پڑا۔ کیونکہ اشرف کی اس گرمجوشی کے مقابلے میں اس کے باپ کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

دونوں الگ ہوئے تو رشید پھر ہکلایا۔ "کک...... کب آئے...... کک کہاں تھے......"

"ارے ہوتا کہاں۔ تم تو جانتے ہی ہو کہ گاؤ جرا اور میں دل نہیں لگتا۔ بھاگا بھاگا پھرتا ہوں۔ آج کل لندن میں ہوں۔ وہاں سے ٹوکیو جا رہا تھا کچھ دنوں کے لئے ادھر رک گیا۔ سوچا تم جیسے پیارے دوستوں سے بھی مل لوں گا......"

"کہاں ٹھہرے ہو؟"

"انٹر کانٹی نینٹل میں......"

رافعہ نے اپنے باپ کی آنکھوں میں کسی قدر اطمینان کی جھلکیاں دیکھیں۔ "اب بیٹھئے بھی نا اشرف چچا۔ آپ کے لئے چائے لاؤں یا ٹھنڈا لاؤں۔" رافعہ بول پڑی۔

"ٹھنڈا نہیں بیٹی بس۔ اب اپنے ابو کو پلاؤ دیکھو تو چہرے سے کیسی تھکن ظاہر ہو رہی ہے۔"

"بس بس...... چائے دیدو...... کچھ کھاؤں گا نہیں......" رشید بولا۔ رافعہ کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ رشید ہنس مکھ اور زندہ دل آدمی تھا۔ ایک عرصہ سے بچھڑے ہوئے دوست سے ملاقات پر اس کا رویہ سمجھ میں نہ آسکا۔

"رافعہ بیٹی سے معلوم ہوا کہ تم نے بزنس ترک کر کے ملازمت کر لی ہے۔" اشرف نے کہا۔

"ہاں۔ حالات کا تقاضہ۔" رشید نے بیجان سی آواز میں کہا۔

"کیا تم...... کچھ بیمار ہو؟" اشرف نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نن...... نہیں تو!" رشید مسکرایا...... لیکن رافعہ اچھی طرح سمجھ گئی کہ وہ زبردستی مسکرایا ہے۔

اسکی الجھن بڑھتی رہی۔ باپ کی عدم موجودگی میں اشرف سے جو گفتگو ہوئی تھی۔ اس سے رافعہ نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ کبھی دونوں ایک جان دو قالب رہے ہوں گے...... اور اشرف تو اب بھی ویسی ہی یگانگت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پھر اس کے باپ کی طرف سے یہ کس قسم کا رد عمل تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ اپنے یہاں اشرف کی موجودگی پسند نہ کرتا ہو۔

دفعتاً اس نے رافعہ سے کہا۔ "اشرف کے لئے کھانے کا انتظام کرو۔ کیا محض چائے پر ٹرخاؤ گی؟"

لیکن رافعہ نے اس جملے میں بھی بے دلی صاف محسوس کر لی تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کچن میں چلی آئی اور ملازمہ کو رات کے کھانے سے متعلق ہدایات دینے لگی۔ دیر ہو چکی تھی لہٰذا اسے بھی ملازمہ کا ہاتھ بٹانے کے لئے وہیں رک جانا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد رشید بھی کچن میں پہنچا تھا اور اطلاع دی تھی کہ مزید ہانڈیوں کا کھڑاگ نہ کیا جائے۔ اشرف الزماں کوئی عذر پیش کر کے چلا گیا۔

"بڑی عجیب بات ہے!" رافعہ جھنجلا کر بولی۔ "انہوں نے اسی وقت کیوں نہیں کہہ دیا تھا۔ جب میں کچن میں آرہی تھی۔"

"چلو۔ ختم کرو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔"

رافعہ کچھ نہ بولی۔ لیکن وہ اشرف الزماں سے متعلق الجھن میں پڑی رہی۔

کھانے کی میز پر اس نے محسوس کیا کہ رشید کچھ کھویا

سا ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا تھا رات کے کھانے پر وہ دن بھر کی روداد رافعہ کو سنایا کرتا تھا۔ "کیا واقعی آپ کی طبیعت کچھ خراب ہے؟" تھوڑی دیر بعد رافعہ نے اسے مخاطب کیا۔

"اوں!" وہ چونک کر بولا۔ "نن...... نہیں تو۔ بالکل ٹھیک ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ بڑے اچھے موڈ میں آئے تھے...... لیکن......!"

"اوہ نہیں۔ کچھ نہیں! تم تو خواہ مخواہ وہمی ہوئی جا رہی ہو۔"

"ابو پلیز...... میرے اندازے غلط نہیں ہوتے...... آپ اشرف صاحب سے مل کر خوش نہیں ہوئے!"

"کیوں نہیں۔ وہ...... وہ......!" اس نے زبردستی ہنسنے کی کوشش کی۔

پھر بات آگے نہیں بڑھی تھی۔ رافعہ نے اس سلسلہ میں قطعی خاموشی اختیار کر لی۔ دوسری صبح رشید سچ مچ بیمار بیمار سا لگ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے ساری رات جاگ کر گزاری ہو۔

اس نے ایک بار پھر اس سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن رشید صاف ٹال گیا۔

دو دن گزر گئے۔ لیکن رشید کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ اشرف اس دوران میں ہر شام ان سے ملتا رہا تھا۔ وہ آتا۔ بات بات پر قہقہے لگاتا اور اسے بھی ہنسانے کی کوشش کرتا۔ لیکن رشید کے چہرے پر مردنی چھائی رہتی۔ تین دنوں میں برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

اشرف سے متعلق رافعہ نے ایک بات اور نوٹ کی تھی۔ وہ کچھ دیر تو اس کی موجودگی کا خواہاں رہتا پھر کوشش کرنے لگتا کہ وہ ڈرائنگ روم سے چلی جائے اور انہیں تنہا چھوڑ دے۔

رافعہ نفسیات کی طالبہ تھی۔ ان کے حیلوں کو خوب سمجھتی تھی۔

بہرحال آج اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ چھپ کر ان کی گفتگو سننے کی کوشش کرے گی۔ چائے کی ٹرالی واپس لے جاتے وقت اس نے رشید سے کہا تھا کہ وہ کچھ دیر کے لئے پڑوس میں جانا چاہتی ہے......

"ضرور...... ضرور......" رشید کے بجائے اشرف نے کہا۔ "ہر وقت گھر میں بند بیٹھی رہتی ہو...... سہیلیوں سے بھی کچھ دیر گپ شپ ہونی چاہئے ورنہ ذہانت کی نشوونما رک جاتی ہے۔"

"ہاں...... جاؤ۔" رشید بھی بے دلی سے بولا۔ ویسے رافعہ نے محسوس کیا۔ جیسے وہ ڈرائنگ روم میں اس کی موجودگی کا خواہاں ہو۔

ٹرالی کچن میں پہنچا کر وہ ڈرائنگ روم ہی سے گذر کر برآمدے میں پہنچی تھی اور پھر چکر کاٹ کر عقبی دروازے سے پھر اندر چلی آئی تھی۔

ڈرائنگ روم سے ملحقہ کمرے میں پہلے ہی سے اندھیرا تھا۔ وہ دبے پاؤں دروازے کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

یہاں سے ان دونوں کی گفتگو کا ایک ایک لفظ بخوبی سن سکتی تھی۔

رشید کہہ رہا تھا۔ "میں ابھی دوبارہ...... اس زندگی میں قدم نہیں رکھ سکتا...... کسی طرح مجھے اس جنجال سے بچاؤ...... میں نے تم لوگوں کی بہت خدمت کی ہے...... مجھے معاف کر دو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں رشید کہ اس کام کے بعد تمہیں اس سے دور ہی رکھنے کی کوشش کروں گا۔ یقین کرو۔ وہ سارے ثبوت تمہارے حوالے کر دیئے جائیں گے جو تمہارے خلاف استعمال کئے جا سکتے ہیں!" یہ اشرف کی آواز تھی۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔ اگر تم نے مجھے اس پر مجبور کیا تو خودکشی کر لوں گا۔"

"ہوں!" اشرف کا لہجہ سرد تھا۔ "زبان سے کہہ دینا آسان ہے۔ جانتے ہو رافعہ اس کے بعد تنہا رہ جائے گی۔"

"تم مجھے کیوں نہیں......؟" رشید کی گھٹی گھٹی سی آواز آئی۔

"صرف تین دن کی مہلت اور دے سکتا ہوں......"

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو!" رشید گڑگڑایا۔

"میں مجبور ہوں! اچھا بائی بائی......"

پھر وہ اٹھ کر چلا گیا! رشید اسے پھاٹک تک چھوڑنے بھی نہیں گیا تھا۔ حالانکہ یہ اس کے معمولات میں سے تھا۔ وہ گھر آئے ہوئے لوگوں کو رخصت کرتے

وقت پائین باغ کے پھاٹک تک ضرور جاتا تھا۔

رافعہ کے دل کے دھڑکنے کی رفتار بڑھ گئی۔ سر میں دھمک سی پیدا ہوگئی تھی۔۔۔ تو کیا اشرف بلیک میلر ہے؟ خدایا اب کیا ہوگا؟ وہ ابو سے کیا چاہتا ہے؟ یقیناً کوئی بری بات ہوگی۔ ورنہ وہ خودکشی کی بات کیوں کرتے۔

وہ ڈرائنگ روم میں آئی۔ رشید ابھی تک اپنی جگہ سے نہیں اٹھا تھا۔ وہ دسمبر کے اواخر کی ایک خنک شام تھی۔ لیکن رشید کی پیشانی پر پسینے کے قطرات چمک رہے تھے۔ "کیا واقعی آپ کچھ بیمار ہیں؟"

"نن..... نہیں..... تو.....!" وہ چونکا اور رومال نکال کر چہرے کا پسینہ خشک کرنے لگا۔

"سچ بتایئے، اشرف کون ہے؟"

"اوہو..... کیوں؟" وہ ایک بار پھر چونکا اور خوفزدہ نظروں سے رافعہ کو دیکھنے لگا۔

"وہ آپ کو کس کام پر آمادہ کرنا چاہتا ہے؟"

"رافعہ!" اس کی آواز یک بیک بلند ہوگئی پھر وہ سنبھل کر آہستہ سے بولا۔ "چھپ کر دوسروں کی گفتگو سننا اچھی بات نہیں۔"

"ضرورتاً..... ابو..... اگر میں اس کی آمد پر آپ کو پریشان نہ دیکھتی تو میرا دھیان بھی اس طرف نہ جاتا۔ میں کیا کوئی بھی اس کا اظہار خلوص اور آپ کی پریشانی دیکھ کر کھٹک سکتا ہے۔"

رشید نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔

رافعہ اٹھی اور پائین باغ کا پھاٹک بولٹ کر کے پھر ڈرائنگ روم میں واپس آگئی۔ رشید صوفے کی پشت گاہ سے لگا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔

"چلیے..... اٹھیے....." وہ اس کا بازو پکڑ کر اٹھاتی ہوئی بولی۔ "آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

اب رشید بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگا تھا۔

کچھ کہے بغیر وہ اٹھا اور رافعہ کے ساتھ چلنے لگا۔

وہ اسے بیڈروم میں لائی۔ الماری سے شب خوابی کا لباس نکال کر دیا اور فرش پر بیٹھ کر اس کے جوتوں کے بند کھولنے لگی۔

رشید بالکل خاموش تھا۔ لیکن آنکھوں سے موٹے موٹے قطرات ڈھلک رہے تھے۔

"میں آپ کا بیٹا ہوں..... ابو....." رافعہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "اس منحوس بلیک میلر سے سمجھ لوں گی۔"

خاموشی کا بند ٹوٹ گیا۔ رشید تکیے پر سر اوندھا کر کے آواز سے رونے لگا تھا۔ رافعہ نے پھر اس سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب شاید وہ خود ہی اسے اس کے متعلق اصل معاملے سے آگاہ کرے..... گا۔ دوسری صبح ناشتے کی میز پر رشید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "موجودہ ملازمت سے پہلے میں ایک بڑے اسمگلر کے لئے کام کرتا تھا۔ لیکن بعد میں میں نے اس کی ملازمت ترک کر دی تھی۔ میرے ضمیر نے پھر کسی طرح گوارا نہیں کیا تھا کہ میں اپنے ملک کی دولت دشمنوں کے حوالے کرنے میں کسی بدبخت کا ہاتھ بٹاؤں' بہرحال میرے اعزہ اور دوستوں کو اس کا علم نہیں ہے کہ میں کبھی اسمگلنگ میں بھی ملوث رہ چکا ہوں....."

"آپ بہت گریٹ ہیں ابو' کہ آپ نے ملکی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پیشے کو ترک کر دیا تھا۔"

"کل..... لیکن اب میری عزت خطرے میں ہے۔"

"آپ جس کام کو ترک کر چکے ہیں اس کے لئے اتنی پریشانی کی ضرورت نہیں۔ اب تو آپ ایک باعزت پیشے سے منسلک ہیں۔"

"لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میرے ماضی سے متعلق کسی کو کچھ معلوم ہو....."

"اشرف کیا چاہتا ہے؟"

"بب..... بس۔ یعنی کہ پھر وہی بزنس.....!"

"وہ آپ کو مجبور نہیں کر سکتا۔"

"ہاں..... میں بھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ اس سے دوٹوک بات کروں.....!"

"بالکل یہی ہونا چاہیے۔ آپ کو خوفزدہ دیکھ کر وہ اور زیادہ شیر ہوگا..... ویسے"

"وہ کہاں کا رہنے والا تھا۔"

"گگ..... گگ..... گجرات کا!"

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے کچھ اور بتایا تھا۔"

"دونوں..... جگہ..... رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ.....

وہاں بھی اس کی جائداد ہے....."

"کچھ بھی ہو! آپ صاف گفتگو کیجیے۔ کہہ دیجیے کہ آپ کو بدنامی کی پرواہ نہیں ہے اگر وہ آپ کے خلاف کوئی ثبوت بھی رکھتا ہو تو کیا؟! اسمگلر اسی وقت سزا پاتے ہیں۔ جب وہ رنگے ہاتھوں پکڑے جائیں۔ ورنہ کون پوچھتا ہے..... اور پھر اتنی پرانی بات۔ ہونہہ۔ سچ ابو آپ اتنی جلدی گھبرا جاتے ہیں کہ بس....."

"ہاں میں اب اس سے بات کروں گا۔"

پھر وہ آفس چلا گیا تھا..... رافعہ نے کالج کی راہ لی تھی۔ اور دن بھر یہی سوچتی رہی تھی کہ اشرف کے ساتھ اس کا کیا رویہ ہونا چاہیے۔ ابھی بہت سی باتیں اس کے ذہن میں صاف نہیں ہوئی تھیں۔ رشید سے اس سلسلے میں وہ بہت کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔

بہرحال شام کو گھر پہنچتے پہنچتے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال اشرف سے متعلق اپنے رویے میں فرق نہیں آنے دے گی۔

گھر پہنچی ہی تھی کہ اشرف کی ٹیکسی پھاٹک پر آرکی۔ حسب معمول وہ اس کے استقبال کے لئے برآمدے میں آ کھڑی ہوئی تھی۔ ٹیکسی سے اتر کر وہ کمپاؤنڈ میں داخل ہوا اور رافعہ کے سلام کا جواب دیتا ہوا برآمدے کے زینے پر چڑھ ہی رہا تھا کہ دفعتاً اس کا پیر پھسلا اور وہ لڑکھڑا کر نیچے جا پڑا۔ پھر اس کی کراہ سن کر رافعہ بھونچکی رہ گئی تھی۔ یہ کیا نکلا تھا اس کی زبان سے..... نہیں وہ سماعت کا دھوکا نہیں تھا۔ خداوند۔ اس کا سر چکرا کر رہ گیا۔ لیکن پھر اس نے فوراً ہی سنبھالا لیا تھا اور اشرف کو اٹھنے میں مدد دینے کے لئے نیچے اترتی چلی گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

جیمسن پر ان دنوں جمناسٹک میں مہارت حاصل کرنے کا بھوت سوار تھا۔ کلاسیکی ادب کی ضخیم کتابیں ایک طرف رکھ دی گئی تھیں اور ان پر گرد کی تہہ دور سے بھی دیکھی جا سکتی تھی۔

اس وقت بھی وہ ورزش کے لباس میں پیرلل بارز پر الٹا کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہوا کئی بار سر کے بل نیچے گر چکا تھا۔

بنگلے کے کمپاؤنڈ میں اپنے مصارف پر اس نے ورزش کے متعدد آلات کی تنصیب کرائی تھی..... اور دن رات "جان بنانے" کی تدبیروں سے زبانی طور پر بھی ظفر الملک کو بور کرتا رہتا تھا۔

پیرلل بارز پر قلابازی کھاتے وقت اس نے ظفر الملک کی آواز سنی جو برآمدے میں کھڑا اسے پکار رہا تھا۔

برا سا منہ بنا کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"دس بج رہے ہیں، چلو کپڑے پہنو۔"

"ابھی کورس پورا نہیں ہوا۔ یور ہائی نس....."

"چلو۔" ظفر الملک کا لہجہ غصیلا تھا۔

جیمسن نے برآمدے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ اور اس کے قریب سے گزرتا ہوا اندر چلا گیا۔

ظفر بھی دروازے میں مڑا۔ لیکن اس کا موڈ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ نشست کے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ "ظفر الملک..... ایس سر! مجھے پیغام مل گیا ہے! جی نہیں ابھی اسے اس تبدیلی کے بارے میں نہیں بتایا..... بہت بہتر جناب میں ایک گھنٹے کے اندر اندر وہاں پہنچ جاؤں گا..... جی..... جی..... جیسا آپ فرمائیں۔ بہت بہتر....."

ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے طویل سانس لی تھی۔

کچھ دیر بعد جیمسن لباس تبدیل کر کے سٹنگ روم میں داخل ہوا..... کوٹ کے کالر پر اس نے سرخ پھولوں کا بڑا سا گچھا لگا رکھا تھا۔

"اسے نکال دو.....!" ظفر اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "ہم کہیں پکنک پر نہیں جا رہے ہیں.....!"

"کوئی نئی پراسرار واردات وقوع پذیر ہوئی ہے کیا۔"

"ڈیوٹی..... اور کلاسیکل اردو سے بھی پرہیز کرو۔"

"اس قدر پرہیز مجھے سچ مچ کسی بیماری میں مبتلا کر دے گا۔ یور ہائی نس۔"

"یور ہائی نس کہنا بھی ترک کر دو کیونکہ اب ہم ایک دفتر میں بیٹھا کریں گے۔"

"میں نہیں سمجھا!" جیمسن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"قومی تحفظ کے شعبہ روابط عامہ کا دفتر کہلاتا ہے..... ابھی حال ہی میں اس کی تشکیل ہوئی ہے۔"

"ذرا ایک منٹ!" جیمسن ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "آپ تو

مجھ سے بھی زیادہ گاڑھی کلاسیکل چلا رہے ہیں...... قومی تحفظ...... شعبہ روابط عامہ......اور تشکیل وغیرہ......!"

"پبلک ریلیشنز، آفس آف نیشنل سیکورٹی......! تشکیل فورمیشن کو کہتے ہیں۔"

"یا اتنی گاڑھی کلاسیکل...... یا انگریزی...... کچھ اردو میں بھی فرمایئے...... خیر وہ تو ہے لیکن ہم بیچاروں کا اس سے کیا تعلق......"

"سیکورٹی کے سارے شعبہ جات کے نمائندے وہاں ہوا کریں گے۔ ایکس ٹو کے محکمے سے ہم بھیجے جا رہے ہیں۔"

"یہ تو بہت برا ہوا...... یعنی کہ آزادی سلب ہوئی! ہم...... مگر...... اس نئی تشکیل کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"اس لئے کہ لوگ پولیس تک اپنی معلومات پہنچانے سے گھبراتے ہیں...... نیک کاموں کے سلسلے میں بھی وہ ہوا معلوم ہوتی ہے۔"

"وہاں ہم کس کی ماتحتی میں کام کریں گے؟"

"ایک خاتون ہیں بیگم اکرام...... کرمنالوجی میں ڈاکٹر ہیں۔ تم اس چکر میں نہ پڑو۔ تم میرے پرسنل اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کرو گے۔"

"کسی خاتون کے ماتحت کا پرسنل اسسٹنٹ......" جیمسن برا سا منہ بنا کر بولا۔

☆......☆......☆

رات کے گیارہ بجے تھے اور رشید اپنی خوابگاہ میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ دفعتاً باہر سے رافعہ کی آواز آئی۔ "کیا آپ جاگ رہے ہیں!"

رشید نے دروازہ کھولا۔ اور کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ پوچھا کیا بات ہے؟"

"کیا میں اندر آسکتی ہوں؟"

"ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "تم ابھی تک سوئی نہیں۔"

رافعہ مسہری کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ چند لمحے رشید کو پرتشویش نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "آپ لیٹ جایئے میں سر سہلاؤں گی۔ سونے کی کوشش کیجئے۔"

"ارے نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ میں ابھی سو جاؤں گا"۔ وہ جلدی سے بولا "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اشرف سے بالکل نہ ڈروں گا۔ کہہ دوں گا۔ جاؤ جو کچھ بگاڑ سکتے ہو بگاڑ لو۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکیں گے۔" رافعہ آہستہ سے بولی۔

"کک...... کیوں۔ کیا مطلب؟" رشید خوفزدہ انداز میں چونک پڑا۔

رافعہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہی تھی۔

"اس لئے کہ یہ محض اسمگلنگ کا معاملہ نہیں معلوم ہوتا۔"

"کک...... کیا کہہ رہی ہو؟" رشید کی آواز حلق میں پھنسنے لگی تھی۔

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اس کا نام اشرف الزماں نہیں ہے۔"

"تم کیا جانو......!" رشید بیساختگی میں کہہ گیا...... پھر اس طرح ہکلانے لگا جیسے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ دوبارہ نگل جانا چاہتا ہو۔

"بیٹھ جایئے لالہ......! میں سچ مچ آپ کی مدد کرنا چاہتی ہوں۔"

"تت...... تم۔ کیسی باتیں کر رہی ہو"۔ وہ ہیجان سا ہو کر مسہری پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ماضی پر خاک ڈال کر صحیح راستہ اختیار کیجئے۔ پولیس کو آگاہ کر دیجئے۔ ورنہ وہ آپ کو کسی ایسے کام پر مجبور کر دے گا جو شاید آپ کے ضمیر کو مطمئن نہ ہونے دے۔"

رشید کی پیشانی پسینے سے بھیگنے لگی تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولی۔ "نہ وہ اشرف الزماں ہے اور نہ اسمگلر اسمگلنگ سے بھی زیادہ گھناؤنا کوئی کام تھا جس کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کی دھمکیاں وہ آپ کو دے رہا ہے۔"

"شاید اب مجھے خودکشی ہی کرنی پڑے گی"۔ رشید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"نہیں...... حالات کا مقابلہ کیجئے!"

"تم نہیں جانتیں...... نہیں سمجھ سکتیں!"

"سمجھایئے......!"

"دیکھو۔ فی الحال ایک بات سمجھ میں آئی ہے۔ تم نانیہال چلی جاؤ اور میں ایک دم سے غائب ہوا جاتا ہوں۔ کچھ دنوں کے بعد واپس آجاؤں گا"۔

"یہ ناممکن ہے...... وہ بچ کر نہیں جا سکتا"۔

"کیا مطلب؟" رشید اچھل پڑا۔

"کچھ نہیں۔ کانٹی نینٹل میں کس نمبر کے کمرے میں مقیم ہے"۔ رافعہ نے سوال کیا۔

"تت...... تم...... آخر کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"اس کے خلاف باضابطہ کاروائی......" رافعہ طویل سانس لے کر بولی۔ "تھانے نہیں جاؤں گی۔ اگر آپ کو پولیس سے خوف معلوم ہوتا ہے تو میں بیگم اکرام کے محکمے سے رجوع کروں گی۔ ان کی لڑکی میری کلاس فیلو ہے"۔

"تم فضول باتیں کر رہی ہو۔ جو کچھ میں نے سوچا ہے وہی بہتر ہے۔"

"لالہ میں وہی کروں گی جو میں نے سوچا ہے...... وہ کوئی غیر ملکی جاسوس ہے"۔

"نن...... نہیں...... اسمگلر......"

"کل شام کی بات ہے! میں نے آپ کو نہیں بتایا۔ لیکن مسلسل اس کے بارے میں سوچتی رہی ہوں"۔

"کک۔ کیا بات!" وہ خوفزدہ نظروں سے اسے گھورتا ہوا بولا۔

"وہ برآمدے کے زینوں سے پھسل کر نیچے جا گرا تھا...... جانتے ہیں اس کی زبان سے بیساختگی میں کراہ کے ساتھ کیا نکلا تھا"۔

"کیا نکلا تھا؟"

"اوہ گاڈ......!"

رشید کی آنکھیں کچھ اور زیادہ پھیل گئیں...... بے حس و حرکت بیٹھا رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔

رافعہ کہتی رہی۔ "شاید کبھی نہ کبھی آپ بھی ملوث رہ چکے ہیں۔ اس لئے وہ آپ کے خلاف ثبوت فراہم کرنے کی دھمکیاں دے رہا ہے"۔

"خدا کے لئے۔ چپ رہو...... خاموش رہو......!" وہ چونک کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پھر آپ کے ضمیر نے ملامت کی اور آپ کنارہ کش ہو گئے"۔

رشید پیچھے کو گر گیا...... آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور سینہ کسی لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول پچک رہا تھا۔

رافعہ گھٹنوں کے بل مسہری کے قریب بیٹھ گئی اور اس کے سر پر اپنی پیشانی رکھ کر بولی۔ "میں آپ کے نام پر دشمنی کا دھبہ نہیں لگنے دوں گی لالہ!"

"جاؤ...... خدا کے لئے۔ سو جاؤ۔ مجھے پریشان نہ کرو"۔ رشید گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

☆......☆......☆

بیگم اکرام پینتالیس سال کی ایک وجیہہ اور پروقار خاتون تھیں۔ چہرے کی بناوٹ پر لوگ انہیں پہلی ہی نظر میں مغرور اور بدمغ سمجھ بیٹھتے تھے۔ لیکن جیسے ہی گفتگو کا اتفاق ہوتا۔ سابقہ رائے فوری طور پر بدل دینی پڑتی۔ بیگم اکرام کا ہمدردانہ اور پرشفقت لہجہ پل بھر میں بندہ بے دام بنا دیتا۔

جیمسن بھی ان کی شکل دیکھ کر کھٹکا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد جب دونوں اپنے کمرے میں بیٹھے تو جیمسن نے ظفر سے پوچھا۔ "انہیں لوگ کہتے کیا ہیں"؟

"بیگم صاحبہ......"

"یہ تو صرف ممی ڈارلنگ کہلانے کی مستحق ہیں۔ میرا خیال ہے کہ کبھی کبھی اکرام صاحب ان کے لہجے کی مامتا میں اپنی پوزیشن بھی فراموش کر بیٹھتے ہوں گے"۔

"اکرام صاحب کا انتقال ہو چکا ہے......"

"اتنی شفیق بیوی کا شوہر زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتا"۔

"فضول بکواس مت کرو۔ یہاں قدم رکھتے ہی...... ایک رپورٹ پکڑا دی گئی ہے اسے پڑھ لینے کے بعد بیگم اکرام سے اس پر تبادلہ خیال کرنا ہے"۔

"پڑھئے......!" جیمسن نے لاپرواہی سے کہا۔ "اور اپنے بریف کیس سے "معتمد" بننے سے متعلق کچھ پمفلٹس نکالے اور ان کا مطالعہ کرنے لگا۔

ظفر الملک نے دس منٹ میں رپورٹ پڑھی اور پانچ منٹ تک اس پر غور کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر بیگم اکرام کے کمرے میں چلا گیا۔

شاید چھ یا سات منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی تھی۔

"بیگم اکرام کا خیال ہے کہ میں اس لڑکی سے تنہا ملوں"۔

"نیک خیال ہے"۔ جیمسن نے اپنی مصروفیت

ترک کیے بغیر جواب دیا۔
"وہ نہیں چاہتیں کہ لڑکی تمہیں اس حلیے میں دیکھ کر گھبرا جائے۔"
"میں لڑکیوں کے لئے نہیں پیدا ہوا۔ بیگم اکرام کو مطلع کر دیتے تو بہتر تھا۔"
"میری واپسی تک تم یہیں ٹھہرو گے۔"
"یہاں ایک مسہری کا انتظام بھی ہونا چاہئے۔"
ظفر برا سا منہ بناتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔
جیمسن نے بریف کیس سے کچھ اور کاغذات نکالے جن میں بڑھاپے سے محفوظ رہنے کے لئے ہدایات درج تھیں۔
دفعتاً ڈرائنگ روم کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور جیمسن نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔
"ہیلو!"
"بیگم اکرام......" دوسری طرف سے آواز آئی۔
"یس مادام۔"
"میرے روم میں آیئے۔"
"او کے مادام......"
اس نے انسٹرومنٹ کو گھورتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔
بیگم اکرام نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا اور وہ شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا تھا۔ انہوں نے تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ اپنے گالوں پر ہلکا ہلکا روژ لگا لیں تو کسی مغربی ملک کے ہی معلوم ہونے لگیں گے۔"
"شکریہ۔" اس نے اپنی مسکراہٹ میں شرمیلا پن پیدا کرتے ہوئے کہا۔
"انٹر کانٹی نینٹل کا کمرہ ستائیس آپ کے لئے بک کرایا جا چکا ہے جیمسن ہارویل کے نام سے۔ کمرہ نمبر اٹھائیس میں ایک شخص اشرف الزماں نامی مقیم ہے آپ کو اس کی نگرانی کرنی ہے۔"
"بہت بہتر۔"
"روژ والا مشورہ یاد رکھئے گا۔"
"او کے مادام۔"
☆......☆......☆
"تو آپ کے والد صاحب نے اعتراف نہیں کیا کہ وہ غیر ملکی ہے۔" ظفر نے رافعہ سے پوچھا۔
"جی نہیں! وہ اسمگلنگ والی بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور اپنے اس بیان سے بھی نہیں ہٹے کہ وہ دوبارہ انہیں اسمگلنگ میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔" رافعہ نے کہا اور بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔
یہ ملاقات کالج کے قریبی اسٹاپ پر ہوئی تھی۔ شائد وہ ڈر رہی تھی کہ کہیں کوئی اس کی شناسا لڑکی ایک اجنبی سے گفتگو کرتے نہ دیکھ لے۔
"چلئے میری گاڑی میں بیٹھ جایئے۔"
"جی نہیں! میں بس سے جاؤں گی اور فیڈرل ایریا والے بس اسٹاپ پر اتر جاؤں گی۔ آپ ادھر ہی آیئے۔"
"مناسب ہے۔"
ظفر وہاں سے چل دیا۔ اس نے اپنی گاڑی بس اسٹاپ سے خاصے فاصلے پر چھوڑی تھی۔
فیڈرل ایریا والے اسٹاپ پر کچھ دیر تک اسے رافعہ کا انتظار کرنا پڑا تھا۔ ظفر اس کی زبانی پوری کہانی کالج ہی کے بس اسٹاپ پر سن چکا تھا۔ اور اب اپنے طور پر کچھ سوالات کرنا چاہتا تھا۔
"آپ کے والد کے اندیشے اپنے متعلق درست بھی ہو سکتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "اوہ تو کیا...... واقعی انہیں ماضی کا بھگتان بھگتنا پڑے گا۔"
"ضروری نہیں۔ اگر وہ اعتراف کر لیں کہ وہ انہیں کسی ملک دشمن کام پر اکسا رہا ہے تو......"
"میرا خیال ہے کہ......" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔
"پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اشرف الزماں کی کراہ سے متعلق آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔"
"جی نہیں وہ سماعت کا دھوکا نہیں تھا۔ اگر اس میں ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا تو میں بیگم اکرام سے ہرگز رجوع نہ کرتی۔ اس کے بجائے والد صاحب کو مشورہ دیتی کہ وہ بچ بچھوڑوں کے لئے باہر چلے جائیں۔"
"بہر حال اس کی ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ آپ کے والد پر اس کا اثر نہیں پڑے گا۔"
"سنئے جناب اگر وہ کوئی غیر ملکی جاسوس ہے اور میرے باپ کو کسی وطن دشمن کارروائی پر مجبور کر رہا ہے تو باپ پر وطن کے تحفظ کو ترجیح دوں گی۔"
"آپ کا یہ جذبہ قابل رشک ہے۔"

والد صاحب مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔ اسی لئے بات آپ لوگوں تک پہنچی ہے۔ اب یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے کہ وہ ان سے کیا چاہتا ہے۔"
"وہ ثنی سنز کنٹریکٹرز کے منتظم ہیں نا......"
"جی ہاں!"
"اور یہ ادارہ سرکاری تعمیرات کے ٹھیکے لیتا ہے۔"
"جی ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔"
"کیا ملٹری کے ٹھیکے بھی ہیں ان کے پاس۔"
"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ دفتری باتیں مجھ سے نہیں کرتے۔"
"ہوں' اچھی بات ہے......" ظفر الملک نے کنکھیوں سے اس گاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو اس گاڑی کے قریب ہی رکی تھی اور ڈرائیور کی سیٹ سے ایک آدمی اتر کر بونٹ اٹھانے لگا تھا۔
"بہر حال میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔"
"ٹھیک ہے ہم دیکھیں گے۔" ظفر نے پھر دوسری گاڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ وہ آدمی انجن پر جھکا ہوا کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ رافعہ کی طرف مڑ کر بولا۔ "اچھی بات ہے اب جایئے۔ اس دوران اگر پھر کوئی خاص بات ہو تو اس سے بیگم اکرام کو مطلع کر دیجیے گا۔"
وہ اس وقت تک وہیں ٹھہرا تھا۔ جب تک رافعہ کی بس نہیں آ گئی تھی۔ بس کے روانہ ہوتے ہی دوسرے آدمی نے اپنی گاڑی کا بونٹ گرا دیا تھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔
ظفر اپنی گاڑی میں جا بیٹھا۔ کچھ دیر تک مختلف سڑکوں پر چکراتے رہنے کے بعد وہ ایک ریسٹوران میں داخل ہوا تھا اور فون پر بیگم اکرام کو اطلاع دی تھی کہ رافعہ سے ملنے کے بعد ہی سے اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اب وہ آفس نہیں آئے گا۔
☆......☆......☆
رات کے آٹھ بجے تھے۔ اس وقت رشید گھر ہی پر تھا۔ پچھلے دن سے باپ بیٹی کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کھانے کی میز پر دفعتاً رشید نے کہا۔ "کل سے تم کالج نہیں جاؤ گی!"
"کیوں؟" رافعہ چونک پڑی
"بس یونہی!"
"کب تک کے لئے یہ پابندی ہو گی؟"
"پھر بتاؤں گا...... ایک ہفتہ کی چھٹی کے لئے درخواست بھجوا دو۔"
"میں نہیں سمجھ سکی۔"
"تم احمق اور نادان ہو۔ جو کچھ کرتی پھر رہی ہو اس کے بہت برے نتائج نکلیں گے۔"
"میں کچھ نہیں کر رہی!"
"تو پھر وہ کون تھا؟"
"کک...... کون......" رافعہ کی آواز کانپ گئی۔
"میں تمہارے متعلق تصور بھی نہیں کر سکتا کہ تمہارا کوئی بوائے فرینڈ ہو گا۔"
"او......!" رافعہ کے لہجے میں احتجاج تھا۔
"تو پھر بتاؤ...... وہ کون تھا؟"
رافعہ سچ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ ظاہر تھا کہ رشید کو اس کا علم کیونکر ہوا ہو گا۔
اشرف الزماں اپنی ایک غیر ارادی غلطی کی بنا پر اس کی طرف سے کھٹک گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے اس دن کے بعد سے اس پر خاص طور سے توجہ دی ہو۔
"آخر آپ کس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اکثر میری سہیلیوں کے بھائی بھتیجے ادھر ادھر مل جاتے ہیں۔"
"پہلے وہ تمہیں کالج کے بس اسٹاپ پر ملا تھا۔ پھر تم فیڈرل بی ایریا اسٹاپ پر اتر گئی تھیں۔ وہاں بھی کچھ دیر تک تم اس سے گفتگو کرتی رہی تھیں۔"
"ارے...... وہ...... میں تو ان کا نام تک نہیں جانتی۔ پچھلے ماہ کالج کے ڈرامے میں انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ اکثر ادھر ادھر مل جاتے ہیں اور اداکاری کے فن پر بور کرتے رہتے ہیں...... یقین کیجئے۔"
"مجھے یقین ہے...... لیکن ساری باتیں...... کالج ہی کے بس اسٹاپ پر کیوں نہیں ہوئی تھیں۔"
"میں وہاں رک کر ان سے گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ دراصل وہ مجھے کسی ٹیلی ویژن شو کے لئے کام کرنے پر آمادہ کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے خود ہی کہا تھا کہ وہاں کھڑے رہنے سے ہو سکتا ہے میری کوئی شناسا اسکینڈل بنا ڈالے لہٰذا وہ کہیں اور گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

"اور تم اتنی احمق ہو کہ تم نے اس کی بات مان لی تھی"

"میں انہیں سمجھانا چاہتی تھی کہ میں کالج کے ڈراموں کے علاوہ اور کسی قسم کے شو میں حصہ نہیں لے سکتی۔"

رشید خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ دفعتاً رافعہ کا موڈ خراب ہو گیا اور وہ سوال کر بیٹھی۔ "آپ کو اس کا علم کیونکر ہوا۔"

"اشرف الزماں......" رشید نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔

"میرا شبہ یقین میں بدل رہا ہے......!"

"تم احمق ہو۔ وہ ایک اسمگلر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے......اور آج کل تو وہ برٹش پاسپورٹ پر سفر کر رہا ہے۔ اگر نام اشرف الزماں نہیں ہے تو اس کی ذمہ داری لندن والوں پر عائد ہوتی ہے۔"

"پھر اسے میری نگرانی کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں ڈرتا ہے کہ کہیں میں "اس" کی کہانی کسی ذمہ دار آفیسر کو نہ سنا دوں۔"

"میں کہتا ہوں کہ عافیت اسی میں ہے کہ ہم اسے بطریق احسن ٹالنے کی کوشش کریں......میں اسی تگ و دو میں لگا ہوا ہوں اور مجھے کامیابی ہو گی۔"

"جیسا آپ کا دل چاہے......لیکن......"

"لیکن کیا؟"

"کچھ بھی نہیں......!" رافعہ نے کہا اور سر جھکا کر کھانے میں مشغول ہو گئی۔ رشید اب اس معاملے میں بالکل نارمل ہوتا جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اب وہ ذرا سی بھی پریشانی میں مبتلا نہیں۔ اشرف آج شام بھی آیا تھا۔ اور دونوں بے تکلفی سے گفتگو کرتے رہے تھے۔ اب اس کی موجودگی میں رشید کے چہرے پر سراسیمگی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد رشید چہل قدمی کا عادی تھا۔ لہٰذا اس کی عدم موجودگی میں رافعہ نے فون پر مسز اکرام سے رابطہ قائم کر کے اس وقت کی گفتگو سے متعلق انہیں آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے!" دوسری طرف سے مسز اکرام کی آواز آئی۔ "کل سے تم کالج نہیں جاؤ گی گھر ہی تک محدود رہو اس سے باہر ہی نہ نکلو۔"

"میں ابو کے لئے فکر مند ہوں۔"

"ہم دیکھیں گے کہ ان کی بہتری کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ بہرحال تم اب ان سے بھی اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہ کرنا۔ آنکھیں کھلی رکھو......اور ان دونوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرو۔ جب بھی کوئی خاص بات معلوم ہو مجھے مطلع کر دو۔"

"بہت بہتر میں ایسا ہی کروں گی۔"

☆......☆......☆

انٹر کانٹی نینٹل کے ہال میں خاصی بھیڑ تھی۔ رقص کی موسیقی پر جوان جوڑے تھرکتے پھر رہے تھے۔ ان میں جیمسن بھی تھا اور اس کی پارٹنر ایک جہاندیدہ عورت تھی۔ جیمسن نے اسے بتایا تھا کہ وہ اٹلی سے آیا ہے اور اسے کسی مشرقی شہزادی کی تلاش ہے......پارٹنر کسی قدر نشے میں تھی اور جھوم جھوم کر اسے بتا رہی تھی کہ مشرق کی ساری شہزادیاں یورپ جا کر رقاصائیں بن گئی ہیں۔"

"تم نے شہزادی ثمینہ کا نام تو سنا ہی ہوگا" اس نے کہا۔

"دیکھا بھی ہے!" جیمسن بولا۔ "لیکن وہ شہزادی تو نہیں معلوم ہوتی۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے!"

"تم تو ملکۂ عالم ہو" وہ شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

وہ بیگم اکرام کو دن بھر کی رپورٹ دے چکا تھا اور اس وقت اشرف الزماں ہوٹل میں موجود نہیں تھا۔ لہٰذا اب اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ بہت دنوں کے بعد اسے ایسا ماحول نصیب ہوا تھا جس کی بنا پر یورپ کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔

رقص جاری رہا......اسی دوران میں اسے ایک شناسا سی شکل دکھائی دی تھی اور یہ میک اپ میں ظفر الملک کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا......

وہ اس کے اس مخصوص میک اپ سے اچھی طرح واقف تھا۔ گھنی مونچھوں کے نیچے صرف مٹھی بھر کی ڈاڑھی......سر کے بالوں کی مناسبت سے ڈاڑھی بھی سنہری مائل ہوتی تھی......خاصا دلکش نظر آتا تھا اس میک اپ میں!

اس کی مقابل ایک غیر ملکی سفید فام لڑکی تھی۔

جیمسن تھرکتا ہوا اپنی پارٹنر سمیت اس کے قریب

پہنچ گیا۔ "کیا اٹلی میں یہی ہوتا ہے......" اس کی پارٹنر نے اس سے کہا۔

"میں نہیں سمجھا کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"ناچ میرے ساتھ رہے ہو اور گھورنے کے لئے کوئی دوسری ہے۔"

"دو چار میں اپنی ڈاڑھی میں بھی چھپائے رکھتا ہوں۔" جیمسن نے کہا اور ہونٹ سکوڑ کر اپنی پارٹنر کو گھورنے لگا۔ دفعتاً اس نے دیکھا کہ ظفر اپنی پارٹنر کو ساتھ لئے بھیڑ سے نکلا جا رہا ہے......اس کا رخ لاؤنج کی طرف تھا۔

جیمسن نے بھی اسی طرف کھسکنا شروع کر دیا......اور پارٹنر جھپٹ کر اس کے بہت قریب آ گئی۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔

"وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے!" اس نے جیمسن سے کہا۔

"تم اس کی ساتھی کو متاثر نہیں کر سکو گے۔"

"تمہیں وہم ہو گیا ہے۔ ملکۂ عالم میں کچھ دیر لاؤنج میں بیٹھنا چاہتا ہوں یہاں بڑی گھٹن ہے۔"

"ٹھیک ہے میں بھی چل رہی ہوں۔"

جیمسن نے پھر ہونٹ سکوڑے اور لاؤنج کی طرف بڑھتا رہا۔

ظفر یہاں بھی نہ دکھائی دیا......شاید وہ لاؤنج سے بھی نکلا چلا گیا تھا۔ لیکن وہ لڑکی ایک طرف بیٹھی نظر آئی جو کچھ دیر پہلے اس کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔ جیمسن اب اپنی ہم رقص سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا......مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسے کسی قیمت پر بھی بخشنے کو تیار نہ ہو۔

مزید آدھے گھنٹے تک وہ اس کا دماغ چاٹتی رہی تھی۔ پھر وہ باتھ روم کا بہانہ کر کے اسے وہیں منتظر رہنے کو کہتا ہوا بھاگ نکلا تھا۔

اتنا اندازہ کر لیا تھا اس عورت نے کہ کس کمرے ہی کی ہو گی۔

لیکن جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولا ٹھٹک کر رہ گیا۔

کوئی دروازے کی طرف پشت کئے بیٹھا تھا۔

پھر جیمسن کا ہاتھ ہولسٹر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ ظفر الملک کے کانوں سے چھوٹے چھوٹے ایئر پیس لگے ہوئے

تھے......اور ان سے منسلک تار میز پر رکھے ہوئے لاسلکی ڈکٹافون تک چلا گیا تھا۔

جیمسن نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا......اس نے برا سا منہ بنا کر کچھ کہنا بھی چاہا تھا کہ ظفر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا......جیمسن اس کے قریب پہنچ چکا تھا......اس نے کانوں سے ایئر پیس نکال کر میز پر رکھ دیئے۔

"کیا چکر ہے؟" جیمسن بڑبڑایا۔ "سوال تو یہ ہے کہ آپ کمرے میں کیسے داخل ہوئے میں اسے مقفل کر گیا تھا۔ اور کنجی بھی میرے پاس تھی۔"

"دس منٹ پہلے میں برابر کے کمرے میں تھا۔" ظفر مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب......!"

"لیکن اشرف الزماں کو میری کارکردگی کا علم نہیں ہو سکے گا۔ میں نے وہاں اس کا مائیک چھپایا ہے۔" ظفر نے ڈکٹافون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے یہ پوچھا تھا کہ آپ کمرے میں کیسے داخل ہوئے تھے۔"

"بوڑھی عورتوں کی صحبت نے تمہیں......"

"تشریف لے جایئے!" جیمسن بات کاٹ کر بولا۔ "آپ کی جوان لاؤنج میں انتظار کر رہی ہے۔"

"شش......" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب تم صرف ان کی گفتگو ریکارڈ کرو گے۔" "کن کی گفتگو......" جیمسن نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ دیوار سے باتیں کرتا ہے۔"

"وہ تنہا نہیں ہے۔ اس نے لڑکی کی نگرانی شروع کرا دی ہے......"

"لیکن میں نے ابھی تک اسے تنہا ہی دیکھا ہے۔" جیمسن نے میز پر سے ڈکٹافون کے ایئر پیس اٹھاتے ہوئے کہا اور انہیں کانوں میں اڑس لیا۔

"کمرہ......خالی ہے......میں صرف ایک مچھر کی منمناہٹ سن رہا ہوں۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "یہاں بھی مچھر......خدا کی پناہ......میں منیجر سے شکایت کروں گا۔"

"یہ ڈکٹافون حیرت انگیز ہے ایک ننھا سا مائیک تھری ہائی تھری اسپیس کے لئے کافی ہوتا ہے۔"

جیمسن نے ایرپیس پھر میز پر رکھ دیے۔ اور ظفر تفکر آمیز لہجے میں بولا۔ ”جس نے میرا تعاقب کیا تھا ایک سفارت خانہ سے تعلق رکھتا ہے...... اور اس وقت وہ بھی لاؤنج میں موجود ہے۔ ہوسکتا ہے اشرف الزماں کی واپسی کا منتظر ہو...... اچھی بات ہے۔ میں چلا تم پوری طرح چوکس رہنا......!“

”آپ کہاں چلے؟“

”وہیں...... لاؤنج میں...... تم یہیں ٹھہرو...... مجھے یقین ہے کہ وہ اشرف ہی کا انتظار کر رہا ہے۔“

ظفر چلا گیا تھا۔ اور جیمسن وہیں بیٹھا رہا تھا...... پھر شاید آدھے گھنٹے بعد ڈکٹافون کے ڈائیل پر ایک سوئی تھرتھرائی تھی...... اور جیمسن نے ایرپیس کانوں سے لگا لیے تھے۔ عجیب سی سرسراہٹیں سنائی دیں۔ پھر ایسی آواز آئی جیسے میز یا کسی اور جگہ کوئی وزنی چیز رکھی گئی ہو۔

”میرا خیال ہے کہ وہ محض اتفاق تھا......“ کوئی بولا۔

”کیا مطلب......“ دوسری آواز آئی۔ ”لڑکی ایسی نہیں معلوم ہوتی کہ بوائے فرینڈ رکھتی ہو۔“

”جس سے وہ ملی تھی۔ اس کے بارے میں پوری معلومات بہم پہنچا چکا ہوں شہر کا ایک مشہور آوارہ نوجوان ہے۔ نواب مظفر الملک کا بھتیجا ہے۔ نواب صاحب نے اس کی آوارگی ہی کی بنا پر گھر سے نکال دیا ہے معمولی وظیفے پر بسر اوقات کر رہا ہے۔ بھولی بھالی لڑکیوں پر ہاتھ صاف کرنا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔“

”تم جانو......!“

”میں کہتا ہوں سارے وہم دل سے نکال دو۔ اور دلجمعی سے کام کرو...... ہاں رشید اب کیا کہتا ہے۔“

”کام کرے گا۔ اس نے دو دن اور مانگے ہیں۔“

”اگر عقل ٹھکانے نہ ہو تو...... کوئی چھوٹا موٹا نمونہ دکھا دیا جائے۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں...... لڑکی کے برے مستقبل سے واقف ہے اس لیے کام ضرور کرے گا۔“

”اچھی بات ہے۔ تو میں چلا...... لڑکی کو اس کے حال پر چھوڑ دو......!“

”ہوں...... اچھا......!“

پھر جیمسن نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تھی۔ ڈکٹافون کا ریکارڈنگ سوئچ آف کر کے جیمسن نے طویل سانس لی۔

کچھ دیر بعد وہ پھر لاؤنج میں پہنچا تھا۔ لیکن اب وہاں نہ ظفر الملک تھا اور نہ اس کی معمر ہم رقص......!

☆......☆......☆

رشید پر آج پھر اضطراب کا دورہ پڑا تھا۔ لیکن رافعہ نے اسے محسوس کر لینے کے باوجود بھی اس سے کچھ نہ پوچھا۔

شام کے چھ بجے تھے......! معمول کے خلاف آج اشرف بھی ابھی تک نہیں آیا تھا۔

آٹھ بج گئے اور کھانا میز پر لگا دیا گیا......! رافعہ خاموش تھی۔ آخر کچھ دیر بعد رشید ہی کھنکار کر بولا۔ ”آج وہ ٹوکیو جا رہا ہے...... میں اسے سی آف کرنے ایئر پورٹ جاؤں گا۔“

”مجھے خوشی ہے کہ وہ آپ کو دوبارہ اسمگلنگ پر مجبور نہ کر سکا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ رشید نے سر جھکا کر کہا لیکن اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

رافعہ پھر کچھ نہ بولی۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے پھاٹک والی کال بل کا بٹن دبایا تھا۔

رافعہ نے ملازم سے دیکھنے کو کہا اور خود رشید کی طرف ایک ڈش بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”میں نے اسی طرح تیار کرائی ہے جیسی آپ پسند کرتے ہیں۔“

رشید نے کچھ کہے بغیر اپنی پلیٹ میں مختصر سی مقدار ڈالی اور کھانے لگا۔ یہ بھی خلاف معمول تھا کہ وہ اپنی کوئی پسندیدہ شے رافعہ کی تعریف کیے بغیر کھاتا۔ اتنے میں ملازم واپس آگیا۔

”اشرف صاحب ہیں...... ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔“ اس نے اطلاع دی۔

”اوہ۔“ وہ چونک پڑا اور اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار کچھ اور زیادہ گہرے ہو گئے تھے۔

”کیوں کیا بات ہے؟“ رافعہ اسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”کچھ نہیں۔ اس نے کہا تھا میں نہیں آسکوں گا...... تم ہی ایئر پورٹ چلے آنا۔“...... گیارہ بجے والی فلائٹ

سے جانے کو کہا تھا ہوسکتا ہے روانگی ملتوی کر دی ہو۔“ پھر اس نے جلد جلدی کھانا ختم کیا تھا اور وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آیا تھا۔

”تت...... تم نے تو کہا تھا......“

رشید نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن اشرف اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”کوئی فرق نہیں پڑتا...... میں نے کہا اتنی رات گئے کہاں دھکے کھاتے پھرو گے...... لاؤ...... مجھے یہیں دیدو۔“

”یہاں کہاں ہیں......!“

”تو پھر کہاں ہیں!“ دفعتاً اشرف کے تیور بدل گئے۔

رشید نے خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔ ”ہیں ایک جگہ۔ وہاں سے لیتا ہوا سیدھا ایئر پورٹ پہنچ جاتا۔“

”ساتھ رکھنے میں کیا قیامت تھی۔“ اشرف اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”تمہیں اس سے کیا بحث۔“ یک بیک رشید کو بھی طرارہ آگیا۔

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ چلو یہی سہی۔“ اشرف نے سنبھالا لیا اور اپنے چہرے سے ناگواری کے اثرات دور کرنے کے لیے مسکرایا بھی تھا۔ لیکن رشید موڈ کی خرابی ہی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اس نے کہا...... ”یقیناً میں ایک برا آدمی ہوں اس لیے تمہیں مجھ پر اعتماد نہ ہونا چاہیے۔“

”اف فوہ...... رشید بھائی بس اتنی ہی سی بات کا برا مان گئے۔ خیر میں اپنی طرف سے تمہاری ساری کدورت دور کردوں گا۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تمہیں کتنا بڑا فائدہ پہنچنے والا ہے۔“

”نہیں۔ اشرف ابھی چلو میرے ساتھ۔“

”اوہو...... ختم کرو۔ چائے پلواؤ...... بہت تھک گیا ہوں۔“

☆......☆......☆

جیمسن بہت دور رہ کر اشرف کا تعاقب کرتا رہا تھا...... اسے پہلے ہی سے علم تھا کہ وہ کہاں جائے گا۔ اس دوران میں وہ اس کے معمولات سے بخوبی واقف ہو گیا تھا۔ وہ یا تو ہوٹل کی حدود ہی میں رہتا تھا یا رشید کے گھر جاتا تھا۔ خود رشید بھی ہوٹل میں نہیں دکھائی دیا تھا۔

اس نے اپنی گاڑی رشید کے مکان سے خاصے فاصلے پر چھوڑی تھی اور خود ٹہلتا ہوا ادھر آنکلا تھا۔

کچھ دیر بعد رشید اور اشرف باہر نکلے تھے۔ رشید اپنی موٹر سائیکل کو دھکیلتا ہوا پھاٹک کے باہر لایا تھا۔

جیمسن کو یقین ہو گیا تھا کہ اس وقت یہ دونوں ساتھ کہیں جا رہے ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنی گاڑی کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

بہر حال کچھ دیر بعد وہ ان کا تعاقب کر رہا تھا...... موٹر سائیکل ایک ایسی بستی میں پہنچی جہاں تعمیر کا کام بھی جاری تھا...... اور بعض عمارتوں میں بھی روشنی نظر آرہی تھی......

بالآخر ایک ایسی عمارت کے قریب موٹر سائیکل رکتی نظر آئی جس میں کہیں بھی روشنی نہیں تھی۔

جیمسن نے تو بستی میں داخل ہوتے ہی اپنی گاڑی کے ہیڈ لیمپ بجھا دیے تھے۔ اور سنسان سڑکوں پر محض تاروں کی چھاؤں سے کام چلا رہا تھا۔ اس نے بھی گاڑی روکی۔ سیٹ سے پھسل کر نیچے آیا اور سینے کے بل لیٹ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

موٹر سائیکل کے قریب ایک آدمی کھڑا تھا اور دوسرا غالباً عمارت کے اندر چلا گیا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ پھر اس نے دیکھا کہ دوسرا آدمی بھی عمارت کے باہر آگیا۔

اچانک ان دونوں پر کسی طرف سے ٹارچ کی روشنی پڑی اور ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی۔ ”خبردار کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے ورنہ...... فائر کردوں گا۔“ جیمسن نے صاف پہچانا...... یہ ظفر الملک کی آواز تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں اشرف اور رشید کے چہرے واضح طور پر نظر آرہے تھے اشرف رشید کے پیچھے کھڑا تھا...... دفعتاً اس نے رشید کو دھکا دیا اور خود اچھل کر بھاگا۔

رشید کے گرتے ہی فائر ہوا تھا...... ادھر جیمسن نے اشرف کو بھاگتے دیکھ لیا تھا اور اتفاق سے اس کا رخ بھی اسی طرف تھا جہاں اس نے اپنی کار کھڑی کی تھی۔ جیمسن بڑی پھرتی سے اٹھا...... اور اس پر جھپٹ پڑا۔ دونوں گتھے ہوئے نیچے گرے تھے اور ساتھ ہی جیمسن نے چیخ کر کہا تھا۔ ”فائر نہ کیجیے گا۔ میں نے پکڑ لیا ہے۔“

پھر جب ظفر اور دوسرے وہاں پہنچے تھے تو......

جمسن کا ایک گھٹنا اشرف کے سینے پر تھا اور دونوں ہاتھ گردن پر تھے۔

اس نے اسے ہتھکڑیاں لگ جانے کے بعد ہی چھوڑا تھا۔

☆......☆......☆

کلاک نے گیارہ بجائے اور رافعہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اس سے قبل وہ دو بار بیگم اکرام کو فون کرچکی تھی اور انہوں نے اسے تسلیاں دی تھیں......!

رشید اشرف کے ساتھ جاتے وقت کہہ گیا تھا کہ وہ جلد ہی واپس آجائیگا...... اشرف کو سی آف کرنے ایئر پورٹ نہیں جائے گا...... پھر اتنی دیر کیونکر ہوئی...... کیا ہوا...... کیا سچ مچ اس کے باپ نے اشرف کا کوئی ایسا مطالبہ پورا کردیا ہے، جس سے ملک وقوم کسی نقصان سے دوچار ہوسکتے ہیں۔

اچانک فون کی گھنٹی بجی اور رافعہ نے جھپٹ کر ریسیور اٹھالیا۔

دوسری طرف سے بیگم اکرام کی پر شفقت آواز سنائی دی۔ "گھبرانے کی بات نہیں رشید صاحب تھوڑی دیر بعد گھر پہنچ جائیں گے۔"

"کوئی گڑبڑ تو نہیں!"

"نہیں بالکل نہیں۔" انہوں نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "مطمئن رہو۔ وہ خود ہی تمہیں سب کچھ بتادیں گے۔ لیکن تم وہ ساری باتیں اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا۔"

"جی بہت بہتر......!" اس نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنکر ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔

اس اطلاع کے باوجود بھی اس کے اضطراب میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ برابر ٹہلے جارہی تھی...... پھر بیس منٹ بعد رشید کی موٹر سائیکل کا ہارن سنائی دیا تھا۔ اور وہ بے تحاشہ دوڑتی ہوئی پھاٹک کی طرف چلی گئی تھی۔ رشید اندر آیا تھا...... اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی اور وہ رافعہ کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی ننھی سی بچی ہو۔

دفعتاً رافعہ اس کے سینے پر سر رکھ کر رو پڑی۔

"پگلی...... وہ اسے تھپکتا ہوا بولا۔ "تیرا باپ اتنا برا بھی نہیں کہ اپنی ہزاروں بیٹیوں کی یتیمی برداشت کرسکے...... میں اس مردود کو ٹھکانے لگا آیا ہوں۔ بس اب چپ ہوجاؤ۔ اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر پلاؤ...... بڑی تھکن محسوس کررہا ہوں۔"

"کک...... کیا...... دا...... مجھے بتایئے نا......!"

"وہی جو ہونا چاہئے تھا، اگر ماضی کے جرائم کی سزا مجھے مل بھی تو کم از کم تمہارا سر تو او نچا رہ سکے گا......"

"تو کیا...... وہ......!"

"ہاں وہ ایک غیر ملکی جاسوس تھا، جس کے غیر ملکی ہونے کی دریافت کا سہرا سو فیصد تمہارے سر ہے۔ میں تو اسے اشرف الزماں ہی کی حیثیت سے جانتا تھا...... ارے تم ابھی یہیں کھڑی ہو کافی بناؤ...... پھر باتیں ہوں گی۔" وہ کسی ننھی سی بچی ہی کی طرح کچن کی طرف دوڑ گئی تھی۔

دس پندرہ منٹ بعد کافی پیتے وقت رشید نے خود ہی گفتگو چھیڑ دی۔ "تم صرف کہہ کر رہ گئی تھیں اور میں نے بیگم اکرام سے رابطہ قائم کرلیا تھا۔"

"اچھا!" رافعہ نے حیرت ظاہر کی۔ حیرت دراصل اس بات پر تھی کہ بیگم اکرام نے رشید کو اس کے بارے میں نہیں بتایا۔ رافعہ نے سوچا یہ تو بہت اچھا ہوا۔ یہ راز ہی رہے تو بہتر ہے۔

"میں نے اسی میں اپنی بہتری سمجھی تھی کہ ان لوگوں کے چکروں میں نہ پڑوں" رشید طویل سانس لے کر بولا۔ "پہلے بھی دیدہ و دانستہ نہیں پڑا تھا۔ ہاں اسمگلنگ میں ضرور ملوث تھا...... ایک طرح سے اسمگلنگ میں اتفاقاً ہی ملوث ہوا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ جس دفتر میں کام کرتا ہوں اس کے مالک کا اصل بزنس اسمگلنگ ہے...... جب پتہ چلا تو دیر ہوچکی تھی اور میں ضرورتمند بھی تھا ایک دن دوسرے ملک میں پکڑا گیا۔ پکڑنے والوں نے مجھ سے کئی طرح کی تحریریں لیں کچھ تصویریں کھینچیں اور یہ تجویز پیش کردی کہ اگر میں ان کا بھی ایک کام کردیا کروں تو وہ مجھے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیں گے۔ کام بیحد معمولی تھا ایک سر بند لفافہ تھا جو اسی اشرف الزماں کے پاس پہنچانا تھا اور جو کچھ اشرف الزماں سے ملتا اسے دوسرے ٹرپ میں ان لوگوں تک پہنچا دینا تھا۔ اس کے خلاف کرنے پر وہ ان تحریروں اور تصویروں کی مدد سے

مجھے خود میرے ملک ہی میں سزا دلوا سکتے تھے۔ یہ ان کی دھمکی تھی۔ میں نے بھی سوچا ہوگا کچھ میں یہ تو نہیں جانتا کہ ان لفافوں میں کیا ہوتا ہے اور پھر اشرف الزماں کو بھی میں اسمگلر ہی سمجھتا تھا۔ میرے مالکان نے بھی اسمگلنگ سے توبہ کی اور صرف قانونی کاروبار میں لگ گئے لیکن ان کے اس کاروبار میں خسارہ ہوا اور ان کے دفتر میں چھانٹی کی نوبت آگئی۔ الگ کیے جانے والوں میں میرا نام بھی تھا۔ انہوں نے میرے لئے بخصوصیت سے ایک دوسری ملازمت کا انتظام کردیا تھا۔ یہی جس میں آج بھی ہوں...... اب سنو وہ مردود اشرف کیا چاہتا ہے...... میری کمپنی نے ممنوعہ علاقوں میں دفاعی نوعیت کی کچھ عمارت بنائی تھیں وہ ان کے نقشے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بہت دن بعد وہ پھر مجھے نظر نہیں آیا تھا...... اس دن اچانک اس کی آمد پر میں اسی لئے نروس ہوگیا تھا۔ بہرحال پہلے میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی تھی...... لیکن پچھلے جرم کے سلسلے میں اس نے مجھے اس طرح دہلایا کہ میرے قدم ڈگمگانے لگے لیکن میری بہادر بچی تو نے مجھے حوصلہ دیا تھا۔ خدا کرے میرے ملک کی ہر بچی ایسی ہی نڈر اور فرض شناس ہوجائے...... ہاں تو جب تم نے مجھے وہ کہانی سنائی تھی تو میں متحیر ہی رہ گیا تھا...... بہرحال میں نے خود ہی بیگم اکرام سے رابطہ قائم کرکے سب کچھ ان پر ظاہر کر دیا۔ بیگم اکرام نے کچھ نقشہ فراہم کرکے مجھ تک بھجوائے اور انہیں کے ایک آدمی کے مشورے پر میں نے اشرف سے کہہ دیا کہ میں نقشے فراہم کردوں گا...... بیگم اکرام نے جس آدمی سے مجھے ملایا تھا اسی سے مجھے رابطہ رکھنا تھا...... اشرف کی تجویز تھی کہ جب وہ ٹوکیو کے لئے فلائی کرنے لگے تو میں نقشے ایئر پورٹ پر اس کے حوالے کروں...... میں نے اس تجویز کی اطلاع بیگم اکرام کے آدمی کو دیدی تھی۔ بہرحال اسے اسی وقت پکڑا جانا تھا...... جب میں اسے نقشوں کا پیکٹ دے رہا ہوتا...... لیکن اشرف بھی شاید مطمئن نہیں تھا اس نے اسکیم بدل دی۔ ایئر پورٹ کے بجائے وہ گھر ہی آپہنچا۔ اور نقشوں کا مطالبہ کر بیٹھا۔ اب میں بڑی دشواری میں پڑ گیا۔ آخر بیگم اکرام کے ماتحت کو کس طرح مطلع کرتا کہ وہ میرے سر پر سوار ہے اور نقشے لگے...... میں نے تو اسے پہلے ہی ایئر پورٹ کے

متعلق اطلاع دے دی تھی۔ آخر میں نے اشرف سے کہا کہ نقشے میں نے گھر میں نہیں رکھے بلکہ وہ دوسری جگہ رکھے ہوئے ہیں خیال تھا کہ ایئر پورٹ جاتے وقت انہیں ساتھ لے لوں گا۔ اس نے کہا چلو میں چل رہا ہوں جہاں رکھے ہوں وہاں سے لے کر مجھے دے دینا...... پھر الجھن...... آخر ایک ترکیب سوجھ گئی۔ میرے ایک دوست کا زیر تعمیر مکان ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں واقع ہے ان دنوں اس کی کنجی میرے ہی پاس ہے فرصت کے اوقات میں اس کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ تعمیر کا کام بھی ان دنوں رکا ہوا ہے۔ میں نے اشرف سے کہا کہ میرے پڑوسی کا ایک خالی مکان ڈیفنس سوسائٹی میں ہے اور انہوں نے مجھ سے کہہ رکھا ہے کہ اگر کوئی مناسب کرایہ دار ملے تو میں اپنی ذمہ داری پر اسے اٹھا دوں انہیں پرسوں میں نے کسی کرایہ دار کو مکان دکھانے کے بہانے کنجی اس سے حاصل کی تھی اور کاغذ وہاں چھپا آیا تھا۔ اس پر اشرف

غزل

سالک بستوی۔ سدھارتھ نگر

سبق سکھاتے ہیں ہم کو حسین گلاب کے پھول
جہاں بھی جاؤ کھلاؤ وہاں ثواب کے پھول

وہ زر پرست جو اپنی انا پہ ناز اں ہیں
محل میں ان کے مہکتے ہیں انقلاب کے پھول

سوال حشر میں ہوگا جو بد شعاروں سے
لبوں پہ ان کے نہ کھل پائیں گے جواب کے پھول

دعا یہ میری ہے اے گلعذار مولیٰ سے
ہمیشہ تازہ ہیں آپ کے شباب کے پھول

ترے جمال پہ عشاق کیوں نہ مرجائیں
لبھا رہے ہیں نظر کو حسیں نقاب کے پھول

بدی کے خار سے سالک کو دور رکھ یا رب
جگر کو اس کے لبھاتے رہے ثواب کے پھول

محبت! عظیم شخصیات کی نظر میں

☆ محبت کو نہ تو دلائل سے حاصل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی فراموش کیا جا سکتا ہے۔
(ملٹن)

☆ سچی محبت یہ بھی ہے کہ بچھڑ جانے کے بعد بھی اس کی کسک محسوس کرو۔
(بلراج ساہنی)

☆ محبت کی تاثیر عادتوں کو بدل دیتی ہے۔
(حضرت داتا گنج بخش)

☆ محبت کے معاملے میں سب یکساں طور سے بے وقوف ہیں۔ (گوئٹے)

☆ محبت کا تعلق عقل کے بجائے جذبات سے زیادہ ہوتا ہے۔ (جوئز رابرٹ)

☆ محبت کے دھنک رنگوں میں سب سے گہرا جدائی کا رنگ ہوتا ہے۔
(ایڈگر ایلن پو)

☆ محبت کا تعلق صنف سے نہیں، احساسات سے ہوتا ہے۔ (مارک سیگل)

☆ محبت کی ناکامی کا ایک سبب اپنی شخصیت کا غلط تجزیہ بھی ہوتا ہے۔
(ظفر علی خان)

میرے اس قدر ڈرپوک ہونے کا خوب مضحکہ اڑایا۔ اور بولا۔ ''اچھا اب پھر اس سے جا کر کہو کہ ایک اور آدمی مکان دیکھنا چاہتا ہے۔ بجی دے دو۔''

میں یہی چاہتا تھا لہٰذا میں نے ناصر صاحب کے بنگلے سے بیگم اکرام کے ماتحت کو بدل جانے والی اسکیم سے مطلع کرتے ہوئے اس عمارت کا پتہ بھی بتا دیا۔ جہاں اشرف کو لے جا رہا تھا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ مطمئن رہو...... سب کچھ دیکھ لیا جائے گا۔ نقشوں کا پیکٹ میرے پاس ہی تھا۔ ڈیفنس سوسائٹی پہنچ کر اسے باہر چھوڑا اور خود مکان کے اندر جا کر پلٹ آیا۔ اس کے قریب پہنچ کر پیکٹ دیا ہی تھا کہ اشرف گرفتار کر لیا گیا۔ اس سے پہلے نقشوں کا پیکٹ اس کی جیب میں پہنچ چکا تھا اور اسی کے پاس سے برآمد ہوا۔''

''خدا کا شکر ہے کہ ایک بڑی مصیبت سے نجات ملی۔'' رافعہ طویل سانس لے کر بولی۔

''بیگم اکرام نے مجھے اطمینان دلایا ہے کہ میرا بال بھی بیکا نہ ہونے دیں گی۔''

''میں تو آپ سے پہلے ہی کہہ رہی تھی۔'' رافعہ ہنس پڑی

☆......☆......☆

دوسرے دن بیگم اکرام کے آفس میں جیمسن اور ظفر الملک بیٹھے ان سے کیس سے متعلق اہم نکات پر بحث کر رہے تھے۔

''بہر حال میں تو یہ کہوں گی کہ آپ دونوں نے بڑا کام کیا۔'' بیگم اکرام نے آخر میں کہا۔

''کام حقیقتاً جیمسن نے کیا ہے۔'' ظفر بولا۔ ''اگر اشرف پر اس نے کڑی نظر نہ رکھی ہوتی تو شاید وہ کسی بام مچھلی کی طرح میرے ہاتھوں سے پھسل گیا ہوتا۔''

بیگم اکرام نے جیمسن کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولیں۔ ''جیمسن صاحب! کیا آپ کسی قدر فارغ البال نہیں ہو سکتے۔''

''ممکن ہے!'' جیمسن سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن پھر خوردبین ہی کی مدد سے تلاش کیا جا سکوں گا۔''

''نہیں واقعی بال کچھ کم کرائیے۔''

''بیمار پڑ جاؤں گا۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیجیے۔''

پھر یہ بات ہنسی میں اڑ گئی تھی۔

''ہاں دیکھیے۔ ایک بات تو کہنا ہی بھول گئی...... رافعہ چاہتی ہے کہ اس کے باپ کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ سب سے پہلے رافعہ نے اشرف سے متعلق اطلاع دی تھی۔ وہ دراصل رشید سے یہ خوشی چھینا نہیں چاہتی کہ اس نے ایک بڑا کام کیا ہے۔''

''آپ مطمئن رہیے ایسا ہی ہوگا۔'' ظفر بولا۔

(ختم شد)